Fikr-o-Nasar (Islamabad) 8:2 (1970)

مکہ معظمہ میں بنگال کے

سلطان غیاث الدین اعظم شاہ کے تعلیمی اور رفاہی کارنامے

ڈاکٹر محمد اسحاق، ایم. اے، پی. ایچ. ڈی، ریڈر شعبہ عربی و اسلامیات، ڈھاکہ یونیورسٹی

یہ اپریل ۱۹۴۱ء کی بات ہے، میں بانکی پور اورینٹل لائبریری میں نویں صدی ہجری کے مشہور محدث ابن فہد مکی (م ۸۸۵ھ / ۱۴۸۰ء) کے استاذ کے متعلق ایک مخطوطہ[1] کا مطالعہ کر رہا تھا۔ امام صغانی[2] کے خاندان کا ایک بزرگ (جو ابن فہد مکی کے استاذ تھے) کا ذکر کرتے ہوئے ابن فہد مکی فرماتے ہیں کہ یہ (مکہ کے) مدرسہ غیاثیہ میں تدریس[3] پر مامور تھے۔ ایک اور استاذ کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ بنگالہ غیاثیہ مدرسہ میں تدریس[4] کے فرائض انجام دیتے تھے۔

اس وقت تو مجھے اس مدرسہ کی اہمیت کا کچھ اندازہ نہیں ہوسکا تھا لیکن جب ۱۹۵۳ء میں ڈھاکہ میں کل پاکستان تاریخ کانفرنس منعقد ہوئی اور خطبہ صدارت میں علامہ سید سلیمان ندوی نے فرمایا: "بادشاہ بنگال سلطان غیاث الدین اعظم شاہ نے مکہ مکرمہ میں ایک مدرسہ کی بنا رکھی تھی"۔ تو میری توجہ اس طرف منعطف ہوئی۔ موصوف نے اس سلسلہ میں مزید تفصیلات کے لئے قطب الدین نہروالی کی کتاب

---

[1] دیکھئے: بانکی پور کیٹیلاگ، ج ۱۲، ص ۶۳ نمبر ۷۴۲، کتاب کا نام ہے المعجم۔

[2] یہ مشہور محدث ہیں، علم اللغہ میں ان کو امامت کا درجہ حاصل تھا۔ شارق الانوار انہی کی تالیف ہے، ۵۷۷ھ/ ۱۱۸۱ء میں لاہور میں پیدا ہوئے اور ۶۵۰ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ دیکھئے: DR. MOHAMMAD ISHAQ, INDIA'S CONTRIBUTION TO THE STUDY OF HADITH LITERATURE, DACCA, 1955, PP. 218—231.

[3] اصل متن میں ولی تدریس المدرسة الغیاثیة ہے۔

[4] اصل متن میں [illegible] المدرسة الغیاثیة البنگالیة ہے۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.
http://iri.iiu.edu.pk/

تاریخ مکہ کا حوالہ دیا تھا[5] اس کے چند سال بعد ڈاکٹر عبدالکریم نے "مسلم بنگالہ کی سماجی تاریخ" پر تحقیقاتی کام شروع کیا تو انہیں قطب الدین نہروالی کی مذکورہ کتاب کی سخت کمی محسوس ہوئی۔ لیکن ڈاکٹر موصوف کو میر غلام علی آزاد بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۵ء)[6] کی کتاب خزانہ عامرہ[7] میں قطب الدین نہروالی کی مذکورہ کتاب کے حوالے سے سلطان غیاث الدینؒ کے مدرسہ سے متعلقہ حالات کی عبارت (فارسی ترجمہ میں) مل گئی۔ اس کا انگریزی ترجمہ انھوں نے اپنی کتاب "مسلم بنگالہ کی سماجی تاریخ" میں درج کیا ہے۔[8]

بہر حال میں مفتی قطب الدین نہروالی کی کتاب تاریخ مکہ کی تلاش میں لگا رہا، مجھے اپنے محترم دوست اب م، ڈاکٹر حبیب اللہ سے معلوم ہوا کہ اس کتاب کا ایک نسخہ کلکتہ کی امپیرئیل لائبریری میں موجود ہے حسنِ اتفاق سے (اپریل ۱۹۶۴ء کو) مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے متصل کتب خانہ شیخ الاسلام میں مذکورہ بالا تاریخ مکہ کے ایک نسخہ پر میری نگاہ پڑی لیکن وقت کی کمی کے باعث میں اس کتاب سے استفادہ نہ کر سکا۔ ۱۹۶۵ء میں سراغ لگا کر مصر سے مذکورہ بالا کتاب کا ایک نسخہ ڈھاکہ یونیورسٹی کے کتب خانہ کے لئے حاصل کیا گیا۔[9] پھر معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا کتاب کا جرمن ایڈیشن ڈھاکہ یونیورسٹی لائبریری میں بہت پہلے سے موجود تھا، لیکن کتاب کا سرورق جرمنی زبان میں ہونے کی وجہ سے ہماری کسی کی توجہ ادھر منعطف نہ ہو سکی۔ بہر حال اب ڈھاکہ یونیورسٹی لائبریری میں تاریخ مکہ کے مشرقی و مغربی دونوں ایڈیشن موجود ہیں۔ البتہ جرمن ایڈیشن زیادہ مستند اور قابل اعتماد ہے۔

جرمن ایڈیشن ۱۸۵۷ء میں لائپسگ (جرمنی) سے شائع ہوا جسے مشہور مستشرق فردیننڈ اوستن فیلد

---

[5] دیکھیے: THE PROCEEDINGS OF THE PAKISTAN HISTORY CONFERENCE HELD AT DACCA 1953 (KARACHI, 1955) P. 28.

[6] ان کے متعلق دیکھیے میری مذکورہ بالا انگریزی تالیف، ص: ۱۶۲

[7] نولکشور ایڈیشن کانپور، ص ۱۸۳-۱۸۴

[8] ڈاکٹر عبدالکریم کی تالیف SOCIAL HISTORY OF MUSLIMS OF BENGAL, DACCA, 1959, PP. 48-50

[9] یہ کتاب ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۰ء میں مکہ مکرمہ میں چھپ گئی ہے۔

نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے ایڈٹ کیا ہے۔ مرتب کی محنت وکاوش نے کتاب کو پراز معلومات اور سہل المطالعہ بنا دیا ہے۔ مرتب نے اپنے مقدمہ میں مفتی قطب الدین نہروالیؒ کی سوانح تفصیل کے ساتھ لکھی ہے۔ ساتھ ہی ان کی تصنیف تاریخ مکہ کے مخطوطات کے مراجع کا بھی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اس کے علاوہ ایک اہم خدمت انھوں نے یہ انجام دی ہے کہ قدیم نسخوں کے درمیان اصل متن کے اندر جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کا خاص طور سے خیال رکھا ہے اور معمولی سے فرق کو بھی کتاب کے ایک ضمیمہ میں وضاحت کے ساتھ درج کر دیا ہے۔

مفتی قطب الدین محمد بن احمد النہروالی ۹۱۷ھ/ ۱۵۱۲ء میں لاہور میں پیدا ہوئے، ان کے آباء و اجداد متحدہ ہندوستان کے صوبہ گجرات کے قصبہ نہروالہ کے رہنے والے تھے اسی وجہ سے انہیں نہروالی کہا جاتا ہے: بچپن میں اپنے والد علاؤ الدین احمد بن محمد الحنفی النہروالی کے ساتھ مکہ معظمہ چلے گئے اور وہاں کے معروف و مشہور اساتذہ کا شرف تلمذ حاصل کیا اور علوم و معارف میں مہارت پیدا کی، عربی ادب، حدیث، فقہ، تفسیر اور تاریخ میں انہیں خاص دخل تھا، فن بلاغت میں ان کی مہارت کا اندازہ ان کی مایۂ ناز تالیف البرق الیمانی فی فتح العثمانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ ۹۵۴ھ/ ۱۵۸۳ء میں ترکی کے سلطان (۱۵۲۰/ ۱۵۵۵ء) کی طرف سے انہیں مکہ معظمہ میں شعبہ امور مذہبیہ کا ناظر مقرر کیا گیا۔ پھر اسی بلدۂ حرام کے مفتی اور مدرسہ سلیمانیہ کے استاذ کے عہدہ پر ان کا تقرر ہوا۔ مفتی قطب الدین نے ۲۶ ربیع الثانی ۹۹۰ھ/ مئی ۱۵۸۲ء میں وفات پائی[۱۰] ربیع الاوّل ۹۸۵ھ/ ۱۵۷۷ء میں مفتی قطب الدین کی تاریخ مکہ کی تالیف مکمل ہوئی۔ انھوں نے اپنی تصنیف کا نام الاعلام بأعلام بیت الحرام رکھا، لیکن یہ کتاب تاریخ قطبی یا تاریخ مکہ کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ ۱۰۰۰ھ (۱۵۹۱ء) میں ان کا بھتیجا عبد الکریم بن محب الدین[۱۱] (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء) نے تاریخ القطبی کا اختصار کیا۔[۱۲]

---

[۱۰] دیکھئے INDIA'S CONTRIBUTION TO THE STUDY OF HADITH LITERATURE, P. 237.

[۱۱] ان کی سوانح کیلئے دیکھئے خلاصۃ الآثار، از محب الدین (مطبوعہ مصر) ج ۳، ص ۸، بانکی پور کیٹلاگ ج ۱۵، ص ۱۷۵

[۱۲] دیکھئے مقدمہ تاریخ مکہ ص ۱۲- ۱۵-۱۶ اس کتاب کا ایک مخطوط نسخہ بانکی پور کتبخانہ میں (کیٹلاگ ج ۱۵، ص ۱۷۵، نمبر ۱۰۸۹) موجود ہے۔ کتاب کا پورا نام ہے اعلام العظماء الاعلام ببناء المسجد الحرام

تاریخ مکہ کے دس ابواب میں سے چھٹے باب میں مصر کے عہد مملوک سلاطین کی ان خدمات کی تفصیل دی گئی ہے جو انھوں تے مکہ معظمہ میں بیت اللہ کی توسیع اور دیگر رفاہِ عام کے سلسلہ میں انجام دی تھیں[13] مملوک سلاطین میں سے ایک سلطان الملک الناصر فرج بن برقوق (۸۰۱ھ - ۸۱۵ھ/۱۳۹۸ء-۱۴۱۲ء) کے عہد میں جو بنگال کے سلطان غیاث الدین اعظم شاہ (۷۹۵ھ - ۸۱۴ھ*/۱۳۹۲ء - ۱۴۱۱ء) کا معاصر تھا۔ مکہ معظمہ میں سلطان غیاث الدین اعظم شاہ کی طرف سے ایک مدرسہ اور ایک مسافر خانہ قائم کیا گیا۔ بہر حال، مکہ معظمہ کی اس پاک نگری میں بنگال کے حکمراں کی جانب سے مسافر خانہ قائم کرنا اور دیگر رفاہی کاموں میں دل کھول کر عطیات دینا ایک یادگار کارنامہ تھا جس کو مفتی قطب الدین نے اختصار اور جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔[14]

میر غلام علی آزاد بلگرامی نے تاریخ مکہ کے حوالہ سے اپنی کتاب خزانہ عامرہ میں سلطان غیاث الدین کے قائم کردہ مدرسہ کے جو حالات درج کئے ہیں ان کے بارے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ انھوں نے اصل عبارت کی صرف تلخیص پیش کی ہے، کتاب کی پوری عبارت کا ترجمہ درج نہیں کیا۔ چنانچہ آزاد بلگرامی کی عبارت کا اصل عبارت سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اصل عبارت میں مزید تفصیلات موجود ہیں۔ مثلاً مدرسہ کے مصارف کے لئے وادیِ مُر میں غیر منقولہ جائداد خریدنے اور ایک نہر مع کافی جاگیر مدرسہ کے لئے وقف کرنے کا ذکر اصل عبارت میں ہے لیکن آزاد بلگرامی کی کتاب اس ذکر سے خالی ہے۔ اسی طرح اس میں سلطان غیاث الدین کے علم پرور اور مخیر وزیر خان جہان کا تذکرہ بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے میر غلام علی آزاد نے مفتی قطب الدین کے بھتیجے کا مختصر نسخہ پیش نظر رکھا ہے، لہذا تاریخ مکہ کے اصل نسخہ میں سلطان غیاث الدین کے قائم کردہ مدرسہ کے متعلق جو تفصیلات ملتی ہیں اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ آئندہ صفحات میں تفصیل سے اس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا:

---

[13] دیکھیے: تاریخ مکہ ص: ۱۸۵ - ۲۴۸ (لائپسگ ایڈیشن)

* حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ ہو۔

[14] دیکھیے: تاریخ مکہ، ص ۱۹۸ - ۲۰۰، نیز ضمیمہ نمبر ۱

(مصر کے) سلطان الملک الناصر فرج بن برقوق[15] کے عہد میں منتہا ہند بنگالہ[16] میں سلطان غیاث الدین اعظم شاہ بن اسکندر شاہ[17] کا دورِ حکومت تھا۔

---

[15] یہ مصر کے برجی مملوک خانوادہ کے دوسرے سلطان تھے۔ ۸۰۱ھ سے ۸۱۵ھ (۱۳۹۱ء - ۱۵۱۲ء) تک ان کا دورِ اقتدار تھا، دیکھئے: حوادث الدھور (از ابن تغری بردی) کا انگریزی ترجمہ
HISTORY OF EGYPT BY POPPER, BERKLEY, 1954. PART II, PP. 1-199.
الملک الناصر بڑے علم پرور حکمراں تھے، ان کے عہد میں بہت سے دانشوروں اور مورخوں کو ان کی سرپرستی حاصل تھی۔ دیکھئے: (DR. S. F. SADEQUE, BAYBARS OF EGYPT, DACCA, 1956, P. 5)

[16] یعنی بنگال۔

[17] یہ بنگال کے خود مختار سلاطین کے عہد میں خانوادہ الیاس شاہی کے تیسرے سلطان تھے۔ این کے کتبۂ شالی کے خیال کے مطابق سلطان غیاث الدین کا عہد حکومت ۸۱۳ھ/ ۱۴۱۰ء تک تھا۔ چنانچہ بعد میں آنے والے مورخوں نے بھی اس سن کو تسلیم کیا ہے۔ دیکھئے:-

N.K. BHATTASALI, COINS AND CHRONOLOGY OF EARLY INDEPENDENT SULTANS OF BENGAL, CHAMBRIDGE, 1922, PP. 72 SQ.;

ABDUL KARIM, OP. CIT, P. 28.

اس سلسلہ میں سرجدو ناتھ سرکار نے جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے: سلطان غیاث الدین جب راجا گنیش سنگھ کی سازش کی وجہ سے ۸۱۳ھ/ ۱۴۱۰ء، قتل ہوئے تو ان کے ولی عہد سیف الدین حمزہ شاہ تخت نشین ہوئے اور ۸۱۳ھ سے ۸۱۴ھ (۱۴۱۰ء - ۱۴۱۱ء) تک حکومت کی۔ دیکھئے:-

JADU-NATH SARKAR, HISTORY OF BENGAL, PUBLISHED BY THE UNIVERISTY OF DACCA, 1948, PP. 116, 119.

لیکن اس زمانہ میں مکہ مکرمہ کے قاضی القضاۃ حافظ تقی الدین الفاسی (م ۸۳۲ھ/ ۱۴۲۸ء) جو سلطان غیاث الدین کے نہایت درجہ مداح تھے، اور ان کے مدرسہ کے اساتذہ میں سے تھے، فرماتے ہیں:-

مات السلطان غیاث الدین فی سنۃ اربع عشرۃ (وثمانمائۃ) او فی اوائل سنۃ خمس عشرۃ والاول اقرب للصواب لانہ اشیع موتہ بمکۃ فی موسم سنۃ اربع عشرۃ ولم یصح ذلک ثم جاء الخبر بصحۃ وفاتہ فی سنۃ خمس عشرۃ۔

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

اس نے اپنے خاص ملازم یاقوت الغیاثی[18] کے ذریعہ ایک خطیر رقم حرمین شریفین[19] کے لئے بھیجی (سلطان کا حکم تھا کہ) اس رقم میں سے (ایک حصہ) مکہ اور مدینہ والوں کو دیا جائے، اور (رقم کے بقیہ حصہ سے) ایک مدرسہ اور ایک مسافر خانہ قائم کیا جائے۔ (تاکہ سلطان کے لئے توشۂ آخرت ہو) اور ان دونوں اداروں کے مصارف کے لئے اوقاف (ENDAWMENT) قائم کئے جائیں اور ان (کے نفع) سے ایک بڑا حصہ

(بقیہ صفحہ گزشتہ سے) ۸۱۴ھ میں (۱۴۱۱ء) یا ۸۱۵ھ کے ابتدا میں سلطان غیاث الدین کی وفات ہوئی۔ اول الذکر سن زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ۸۱۴ھ کے موسم حج میں سلطان کی وفات کی خبر مکہ میں پھیل گئی لیکن اس کی صداقت معلوم نہ ہو سکی۔ اس کے بعد ۸۱۵ھ میں (مکہ میں) اطلاع آئی کہ وفات کی خبر درست ہے (دیکھئے شفاء الغرام فی اخبار بلد الحرام از تقی الدین الفاسی (لائپسگ ۱۸۵۹ء) ص: ۱۰۷) مشہور محدث و مورخ عبدالرحمٰن السخاوی (م ۹۰۲ھ/ ۱۴۹۶ء) نے بھی تقی الدین الفاسی کے اس سن ([illegible]ھ) کی تصدیق کی ہے (دیکھئے: الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع (القاہرہ ۱۳۵۴ھ) ج ۲، ص: ۳۱۳) مذکورہ بالا واضح دلائل کی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سلطان غیاث الدین کی وفات ۸۱۴ھ/ ۱۴۱۱ء سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ۸۱۴ھ/ ۱۴۱۱ء تک ان کے برسر اقتدار رہنے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا، لیکن یہاں پر یہ اشکال باقی رہ جاتا ہے کہ ان کے ولی عہد سیف الدّین حمزہ شاہ نے آخر کب حکومت کی؟

[18] میر آزاد بلگرامی کے خیال کے مطابق یہاں پر لفظ عنانی ہے (دیکھئے: خزانہ عامرہ، ص: ۱۸۳، نیز عبدالکریم کی مذکورہ انگریزی کتاب ص: ۸۴ ممکن ہے آزاد بلگرامی کے زیر مطالعہ وہ نسخہ رہا ہو جس میں لفظ عنانی ہے۔ چنانچہ اوستن فیلڈ نے اپنے حاشیہ میں بھی نسخہ عنانی کی طرف اشارہ کیا ہے (دیکھئے: تاریخ مکّہ، ص: ۴۶۹، لائپسگ ایڈیشن) لیکن اگر لغوی قواعد کے اعتبار سے دیکھا جائے تو لفظ الغیاثی ہی صحیح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ قاعدہ کے مطابق غیاث کے ساتھ جس کا تعلق ہوگا اس کو الغیاثی کہا جائے گا، چونکہ یاقوت سلطان غیاث الدین اعظم شاہ کا نہایت عقیدت مند، لائق اور معتمد ملازم تھا۔ جس کا ہم آسانی کے ساتھ اندازہ کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کا تذکرہ الغیاثی کے ساتھ کیا جاتا رہا۔ چنانچہ الفاسی نے بھی ان کا تذکرہ الغیاثی کے لفظ سے ہی کیا ہے۔ (دیکھئے: الفاسی کی کتاب، ص: ۱۰۵)

[19] مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کی شرافت و بزرگی کی وجہ سے حرمین شریفین کہا جاتا ہے۔

تعلیمی امور اور دیگر نیک کاموں میں صرف کیا جائے۔ یہ عطیات سلطان غیاث الدین نے اپنے وزیر خان جہان[20] کے مشورہ سے ارسال کی تھیں۔ پھر یاقوت الغیاثی (سرکاری ملازم) نے شاہی فرمان لیکر اس زمانہ کے شریف مکہ مولانا السید حسن بن عجلان[21] جو ہمارے موجودہ شریف مکہ کے جد امجد ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے وجود کو قائم رکھ کر زمانہ کے محاسن کا اضافہ کرے، کے پاس پہنچے، نیز سلطان کی طرف سے اپنے ساتھ بیش قیمت تحائف بھی لائے جو سید حسن بن عجلان کی خدمت میں پیش کئے۔ شریف نے ان تحائف کو بہ رضا و رغبت قبول کرتے ہوئے سلطان غیاث الدین کے حسب منشاء تمام کام سرانجام دینے کی اجازت دے دی۔ البتہ شریف نے اپنے اور اپنے آبائی دستور کے مطابق اس کا ایک تہائی[22] حصہ بیت المال کے لئے رکھ دیا اور بقیہ حصہ حرمین شریفین کے فقہاء اور غریب عوام میں تقسیم کر دیا۔ پھر انھوں نے سلطان غیاث الدین اور مشیر خاص وزیر خان جہان کو بہت دعائیں دیں اور اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔

---

[20] یہ خان جہان خانوادہ الیاس شاہی کے خصوصاً سلطان غیاث الدین کے بہت ہی ہنرمند اور قابل وزیر تھے۔ سلطان کی طرح یہ بھی علم دوست اور فیاض تھے اور علم کی توسیع و اشاعت سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ مدینہ منورہ میں ایک مدرسہ اور ایک مسافر خانہ قائم کرنے کے لئے اپنے خادم خاص حاجی اقبال کو ایک بہت بڑے عطیہ کے ساتھ حجاز روانہ کیا تھا، اس لحاظ سے خان جہان کو اپنے ہمعصروں۔ دکن کے بہمنی خاندان کے نامور وزیر محمود گاواں (م ۸۸۶ھ / ۱۴۸۱ء) اور گجرات کے خانوادہ مظفر شاہی کے وزیر آصف جاہ وغیرہ۔ پر فوقیت حاصل تھی۔ (دیکھئے: میری مذکورہ بالا کتاب، ص: ۸۰ - ۸۱ - ۹۰) خان جہان کی سوانح تحقیق طلب ہے،

[21] یہ مصر کے مملوک سلاطین کی طرف سے حجاز کے نائب امیر اور شریف مکہ تھے۔ ان کے اقتدار کا زمانہ ربیع الثانی ۷۹۸ھ سے اوائل ۸۲۷ھ (جنوری ۱۳۹۶ء - ۱۴۲۳ء) تک تھا (دیکھئے: الفاسی، ص ۲۴۸ : ۲۱۷ - ۲۳۱) لیکن RULERS OF MECCA BY GERALD DE GOURI. P.289 میں حسن بن عجلان کا دور اقتدار ۱۳۹۴ء ـ ۱۴۲۵ء (۷۷۹ھ - ۸۲۹ھ) تک بتایا گیا ہے، جو صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

[22] RULERS OF MECCA, P.107. میں ایک چوتھائی حصہ لکھا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔

یاقوت الغیاثی نے (مکہ مکرمہ میں) باب ام ہانی[۲۳] میں دو بوسیدہ مکان جو ایک دوسرے سے متصل تھے خرید کر منہدم کرا دیئے اور اسی[۲۴] سال وہاں ایک مدرسہ اور ایک مسافر خانہ تعمیر کرایا، اور رکانی[۲۵] میں واقع دو قطعہ اراضی[۲۶] اور چار تالاب[۲۷] خرید کر مدرسہ کے لئے وقف

---

[۲۳] خانہ کعبہ کے حدود اربعہ کو حرم شریف کہا جاتا ہے۔ حرم شریف کے جنوب مشرق کی طرف جو دروازہ ہے اس کو باب ام ہانی کہا جاتا ہے (یعنی ام ہانیؓ کا دروازہ) ام ہانیؓ حضرت علیؓ کی سگی بہن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن تھیں۔ چونکہ متذکرہ بالا مقام میں ان کا گھر تھا لہذا اس دروازہ کو انہی کے نام سے منسوب کر دیا گیا۔ آج بھی باب ام ہانی بحالہ موجود ہے۔

[۲۴] باب ام ہانی میں واقع یہ دو مکان اوائل رمضان المبارک ۸۱۲ھ (جنوری ۱۴۱۰ء) میں خرید کر منہدم کر دیئے گئے اور اسی مہینہ مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا اور ماہ صفر کے آخری ہفتہ (مئی۔ جون ۱۴۱۰ء) میں مدرسہ کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ اور اسی سال جمادی الاول (اگست ۱۴۱۰ء) میں عمارت کے اندرونی حصہ کی سفیدی کی گئی۔ اس سے قبل اسی سال محرم الحرام (مئی) میں یہ مدرسہ وقف کیا جا چکا تھا۔ (دیکھئے: الفاسی، ص: ۱۰۵)

[۲۵] یہاں پر اصل متن میں لفظ الرکانی ہے لیکن کتاب کے مکی ایڈیشن میں الرکابی (باء کے ساتھ) لکھا ہوا ہے شائد یہ کتابت یا چھپائی کی غلطی ہے۔ الرکانی کے متعلق تفصیلی حاشیہ ۲۸ میں دیکھئے۔

[۲۶] اصل متن میں یہاں لفظ اصیلیتین ہے جس سے مراد غیر منقولہ مستقل جائداد ہے۔ یہاں مفتی قطب الدین نے جن دو غیر منقولہ جائدادوں کی طرف اشارہ کیا ہے وہ دراصل کھجور کے دو باغ تھے۔ (دیکھئے حاشیہ ۲۸)

[۲۷] اصل متن میں وجبات ماء ہے (مکی ایڈیشن میں لفظ ماء کی جگہ ما لکھا ہوا ہے جو صحیح نہیں ہے) اس کے اصل معنی تالاب یا اس گہری جگہ کے ہیں جہاں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ اگر یہاں لفظ "وجبات" کے بجائے "وجاب" ہوتا تو لغوی اعتبار سے زیادہ صحیح ہوتا، کیونکہ وجاب کا واحد وَجْبٌ ہے یعنی پانی کی بڑی مشک یا وہ جگہ (تالاب) جہاں پانی جمع رہتا ہے، بہرحال یہاں وجبات وجاب کے معنی میں لیا گیا ہے، جس کا واحد یہ ہے وجبۃ۔ نسخۂ عامرہ میں وجبۃ کے بجائے وجنۃ ہے جس کے معنی کشادہ جگہ یا گھر کا صحن ہیں، لیکن یہ معنی یہاں موزوں نہیں۔ (دیکھئے عبدالکریم: ص: ۴۹، حاشیہ ۱)

کر دیئے[٢٨] پھر مدرسہ کے لئے چاروں مذاہب کے چار اساتذہ[٢٩] کا تقرر عمل میں لاگیا اور ساٹھ طلباء کو مدرسہ میں داخل کیا گیا[٣٠] اور مذکورہ بالا قطعہ اراضی مدرسہ کے لئے وقف کیا گیا۔ مسافرخانہ کے مصارف پورا کرنے

---

[٢٨] علامہ تقی الدین الفاسی نے مذکورہ دو قطعہ غیر منقولہ جائدادوں اور حوض کے متعلق بہت اچھی تفصیل لکھی ہے۔ مکہ سے سولہ میل جانب مغرب وادی مر میں الرکانی کے نام سے ایک زرخیز جاگیر تھی۔ شائد یہ جاگیر حضرت رکانہ رض اور ان کے خاندان کی ملکیت میں ہونے کی وجہ سے الرکانی یا رکانی جاگیر کہی جاتی رہی۔ واضح رہے کہ حضرت رکانہ رض مشرف بہ اسلام ہونے سے قبل مکہ کے ناقابل شکست پہلوان تھے، روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کئی بار چت کر دیا تھا حضرت رکانہ رض نے امیر معاویہ رض کے دورِ خلافت (۴۱ھ-۶۰ھ / ۶۶۱ء-۶۷۹ء) میں (۴۲ھ/۶۶۲ء) میں انتقال فرمایا۔ [دیکھئے الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۱، ص ۱۸۳ (مطبوعہ حیدرآباد دکن)]

ایام جاہلیہ میں وادئ مر میں متعدد نہریں نیز کھجور اور زیتون کے باغ تھے جو قبیلہ اسلم اور ہذیل کی ملکیت میں تھے۔ اس زمانہ میں وادی مر سے عکاظ کے میلہ میں غلہ جاتا تھا اور شعراء عرب وادی مر کی زرخیزی کی تعریف میں اشعار کہا کرتے تھے۔ (دیکھئے: معجم البلدان، ج ۴، ص: ۹۵۴-۹۶۴ (لائپسک ایڈیشن) نیز RULERS OF MECCA P-27)

وادی مر رکانی میں دو مشہور باغ اور پانی کے چار حوض تھے۔ ایک باغ سلمۃ اور ایک حل کے نام سے مشہور تھا، اور پانی کے دو حوضوں کا نام حسن منصور تھا اور دوسرے دو کا نام حسن یحییٰ تھا برسبیل تذکرہ ۷۰۵ھ (۱۳۰۷ء) کو مکہ معظمہ میں پانی کی قلت ہوگئی اس وقت اسی وادی مر سے پانی کی بہم رسانی کی گئی۔ بہرحال مذکورہ تاریخی جاگیر کو ہمارے سلطان اعظم شاہ نے گراں قدر سکۂ زر کے عوض خرید کر مکہ معظمہ میں واقع اپنے مدرسہ کے لئے وقف کیا تھا۔ وادی مر ایک بستی کی شکل میں آج بھی موجود ہے مگر اس کا نام اب وادی فاطمہ ہے (دیکھئے: RULERS OF MECCA ص: ۲۷، حاشیہ ۱) مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان جس راستے سے قافلے گزرتے تھے وادی مر اس کی پہلی منزل ہوتی تھی۔

[٢٩] یہ حضرات اس دور کے چاروں مذاہب کے قاضی القضاۃ یا چیف جسٹس کے عہدہ پر مامور تھے (دیکھئے: الفاسی، ص: ۱۰۵)

[٣٠] الفاسی کا خیال ہے کہ یہ سب طلباء فقہ کی تعلیم پاتے تھے۔ لہٰذا ہم اس مدرسہ کو لاء کالج یا کلیۃ القانون کہہ سکتے ہیں۔

کے لئے بھی مدرسہ کے بالمقابل ایک بہت بڑی عمارت پانچ سو دینار کے عوض خرید کر وقف کی گئی (باب ام ہانی میں) جو دو مکان خرید کر منہدم کئے گئے تھے اور جس جگہ پر مدرسہ اور مسافرخانہ تعمیر کئے گئے تھے، اس کے عوض اور دو قطعہ اراضی اور چار حوض نما پانی کے گڑھے کے عوض مولانا السید حسن بن عجلان نے یاقوت سے بارہ ہزار دینار لیا تھا۔ نہر عرفہ کی کھدائی کے سلسلہ میں سلطان نے کتنی رقم بھیجی تھی، اس کا پتہ نہیں چل سکا، جس کی کل رقم مولانا سید حسن بن عجلان نے قبول کرتے ہوئے اطمینان دلایا تھا کہ (سلطان کے حسب خواہش) پوری رقم نہر عرفہ کی اصلاح پر ہی صرف کی جائے گی۔ کہتے ہیں کہ اس (رقم) کی مقدار بیس ہزار دینار تھی۔ بعدازاں مولانا سید حسن نے نہر بازان[31] کے سراغ لگانے اور اس کی اصلاح و مرمت کے لئے ایک بڑے افسر الشہاب[32] برکات المکین[33] کو مقرر کیا، نیز اسے

---

[31] طائف سے عرفہ تک پہاڑی کا جو سلسلہ ہے اس میں بہت سی نہریں ہیں۔ مکہ والوں کے لئے پانی کی کمی دور کرنے کی غرض سے خلیفہ ہارون الرشید کی نیک دل بیوی زبیدہ بنت جعفر (م ۲۱۶ھ/۸۳۱ء) نے ۱۹۴ھ/۸۰۹ء میں عرفہ سے مکہ معظمہ تک ساڑھے بارہ میل طویل ناہموار پتھریلی زمین کی کھدائی کرا کے زمین دوز نالی تعمیر کرائی تھی۔ اس زمین دوز نالی کا نام المشاش تھا، جو کہ بعد میں عین زبیدہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اس زمین دوز نالی کی تعمیر پر ایک کروڑ سات لاکھ دینار لاگت آئی تھی۔ اس کے بعد ہر دور کے سلاطین اس کی اصلاح اور دیکھ بھال کرتے رہے۔ ۷۲۶ھ/۱۳۲۵ء میں عراق کے نائب امیر جبان کے شاہی سفیر بازان نے ایک لاکھ پچاس ہزار درہم کی لاگت سے نہر زبیدہ کی شروع سے اخیر تک پوری صفائی کروائی۔ اس وقت سے نہر زبیدہ کو نہر بازان کے نام سے موسوم کیا گیا (دیکھئے: معجم البلدان، ج ۴، ص ۵۳۶، الفاسی ص ۳۲-۳۴، ۵۲-۵۳، ۱۱۹-۱۲۸-۱۲۹، تاریخ مکہ ص: ۱۰، ۱۲۹، ۳۳۵) ۸۱۳ھ/۱۴۱۱ء میں ہمارے سلطان اعظم شاہ نے نہر زبیدہ کی درستگی اور صفائی کروائی، اور اس طرح مکہ والوں کے لئے پانی کی بہم رسانی کی گئی۔ (دیکھئے تاریخ مکہ، ص: ۱۹۹، الفاسی، ص: ۱۲۹)

[32] الفاسی کے خیال کے مطابق یہاں پر لفظ بر قوت ہے۔ یہ ۸۱۹ھ/۱۴۱۶ء تک محکمہ انہار کے نگران اعلیٰ تھے (دیکھئے: الفاسی ص ۱۱۹)

[33] ایک نسخہ میں یہاں پر لفظ الملکی ہے۔ (دیکھئے: تاریخ مکہ، ص ۱۶۹)

معلاۃ[۳۴] میں ان دو تالابوں کی اصلاح کا کام بھی سونپا جو کافی عرصہ سے خشک پڑے تھے تاکہ نہر بازان کا پانی ان میں پہنچایا جائے[۳۵]

سلطان غیاث الدین کے وزیر خان جہان نے اپنی جیب خاص سے ایک بہت بڑی رقم مدینہ والوں کے لئے حاجی اقبال نامی اپنے ایک ملازم کو دے کر یاقوت الغیاثی کی معیت میں مدینہ منورہ روانہ کیا تھا۔ (سلطان غیاث الدین اعظم شاہ کی طرح) وزیر نے بھی (اپنی عاقبت سنوارنے کی غرض سے) مدینہ منورہ میں ایک مدرسہ اور ایک مسافر خانہ کے قیام کے لئے اس (ملازم) کے ساتھ خطیر رقم ارسال کی تھی۔ نیز امیر مدینہ جماز الحسینی[۳۶] کے لئے بہت سے قیمتی تحائف بھی (وزیر نے) بھیجے تھے، لیکن جس جہاز میں یہ سب سامان اور دیگر قیمتی اشیاء جا رہی تھیں وہ جدہ کے قریب ڈوب گیا۔ مولانا سید حسن بن عجلان نے اپنی آبائی رسم کے مطابق غرق شدہ جہاز برآمد کر کے ایک چوتھائی حصہ[۳۷] بیت المال میں داخل کیا اور جو تحائف جماز الحسینی کے لئے بھیجے گئے تھے وہ اپنے پاس رکھ لئے، کیونکہ جماز نے اس وقت بغاوت کا اعلان کر دیا تھا۔

ضمیمہ نمبر ۱ اصل متن از تاریخ مکہ از صفحہ ۱۹۸ تا ۲۰۰

ووقع فی ایام الناصر فرج ایضاً ان السلطان بنکالۃ من سلاطین اقصی الھند یومئذ السلطان غیاث الدین اعظم شاہ بن اسکندر شاہ ارسل الی الحرمین الشریفین صدقۃ کبیرۃ مع خادمہ یاقوت الغیاثی لیتصدّق بھا علی اھل الحرمین ولیعمر له بمکۃ مدرسۃ ورباطا ولیقف علی ذلك جھاتٍ یصرف ریعھا علی افعال الخیر کالتدریس ونحوہ وکان ذلك باشارۃ وزیرہ خان جھان فوصل یاقوت

---

[۳۴] مکہ مکرمہ کے شمالی جانب کو معلاۃ (جسے عامی لوگ مُعَلّٰی کہتے ہیں) کہا جاتا ہے۔ یہاں جنت المعلاۃ کے نام سے ایک قبرستان ہے۔ جہاں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ مدفون ہیں۔

[۳۵] معلاۃ کے ان دونوں تالابوں کو جن میں سے ایک پھاٹک والی دیوار کے پاس صارم باغ میں تھا، ۸۱۴ھ کے اواخر میں کھدائی کر کے ان میں پانی پہنچایا گیا تھا (الفاسی ص: ۱۱۹)

[۳۶] تاریخ مکہ کے ملکی ایڈیشن میں جمان اور جمال چھپا ہے جو صحیح معلوم نہیں ہوتا (دیکھئے مذکورہ ایڈیشن ص: ۱۸۷، نیز الفاسی ص: ۲۲۸، RULERS OF MECCA, PP. 89-92)

[۳۷] RULERS OF MECCA PP. 107.

المذکور بأوراق سلطانیه الی مولانا السید حسن بن عجلان شریف مکة یومئذ جد اشرافنا الآن، جمّل الله تعالی بوجودهم الزمان وکان وصول یاقوت الغیاثی الی مولانا السید الشریف حسن بن عجلان رحمه الله مع هدایا جلیلة الیه فقبلها وامره ان یفعل ما امره به السلطان غیاث الدین لکنّه اخذ ثلث الصدقة علی معتاده ومعتاد آبائه وَوَزَّعَ الباقی علی الفقهاء والفقراء بالحرمین الشریفین فعمتهم وتضاعف الدعاء له علی الخیر والدال علیه واشتری یاقوت الغیاثی لعمارة المدرسة والرباط دارین متلاصقتین علی باب امّ هانی هدمهما وبناهما فی عامه رباطا ومدرسة واشتری اصیلتین وارلع وجبات ماء فی الرکانی وجعلها وقفا علی مدرسته وجعل لها اربعة مدّرسین، من اهل المذاهب الاربعة وستین طالبا ووقف علیهم ما ذکرناه واشتری دارا مقابلة للمدرسة المذکورة بخمسمایة مثقال ذهبا وقفها علی مصالح الرباط واخذ منه مولانا السید حسن بن عجلان فی الدارین اللتین بناهما رباطا ومدرسة والاصیلتین والاربع الوجبات من قرار عین الرکانی اثنی عشر الف مثقال ذهبا واخذ منه مبلغا لا یُعلم قدره کان جهّزه معه سلطانه لتعمیر عین عرفة فذکر مولانا السید حسن انه یصرفه علی عمارته ویقال ان قدره ثلاثون الف مثقال ذهبا، ثم ان مولانا السید حسن عیّن احد قواده وهو الشهاب برکات المکین لتفقّد عین بازان واصلاحها واصلاح البرکتین بالمعلاة وکانتا معطلتین فاصلحهما الی ان جرت عین بازان فیهما وکان خان جهان وزیر السلطان غیاث الدین ارسل مع یاقوت الغیاثی خادما له یسمی حاجی اقبال ارسله بصدقة اخری من عنده لاهل المدینة المنورة وجهّز معه ما یبنی له مدرسة ورباطا وهدیة الی امیر المدینة یومئذ جماز الحسینی فانکسرت السفینة التی فیها هذه الاموال وغیرها بقرب جُدّه فاخذه مولانا السید حسن بن عجلان ربع ما خرج من البحر علی عادتهم اذا انکسرت سفینة عندهم واخذ ما یتعلق بالسید جماز الحسینی لانّه عصی۔

ضمیمہ ۲

مراجع

(۱) الاستیعاب فی معرفة الاصحاب لابن عبد البر (مطبوعہ حیدرآباد، ھند)
(۲) خزانہ عامرہ۔ از میر غلام علی آزاد بلگرامی (مطبوعہ نولکشور، کانپور)
(۳) خلاصة الآثار لمحب الدین (مطبوعہ مصر)

(۴) شفاء الغرام فی اخبار بلد الحرام لتقی الدین الفاسی (مطبوعہ لائپسگ، جرمنی)

(۵) الضوء اللامع فی اعیان القرن التاسع، لعبد الرحمٰن السخاوی (مطبوعہ مصر، ۱۹۵۴ء)

(۶) کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام، لمفتی قطب الدین النہروالی (مطبوعہ لائپسگ)

(۷) المعجم لابن فہد المکی، مخطوط بانکی پور خدا بخش لائبریری ن ۴۲۴، کیٹلاگ ج ۱۲، ص: ۶۳

(۸) معجم البلدان لیاقوت الحموی (مطبوعہ مصر)

(9) BAYBARS I OF EGYPT BY DR. S. F. SADEQUE (DACCA, 1956)

(10) CATALOGUE OF THE ORIENTAL PUBLIC LIBRARY AT BANKIPUR, PATNA, INDIA.

(11) COINS AND CHRONOLOGY OF EARLY INDEPENDENT SULTANS OF BENGAL BY DR. N.K. BHATTASALI (CAMBRIDGE, 1922.)

(12) HISTORY OF BENGAL BY JADU-NATH SARKAR, PUBLISHED BY THE UNIVERSTY OF DACCA, 1948.

(13) HISTORY OF EGYPT BY POPRER: ENG. TR. OF IBN-TAGHRIBARDI'S HAWADITH AL-DUHUR.

(14) INDIA'S CONTRIBUTION TO THE STUDY OF HADITH LITERATURE BY DR. MUHAMMAD ISHAQ. (DACCA 1955).

(15) MOHAMMEDAN DYNASTIES BY LANE POLE (PARIS, 1925).

(16) PROCEEDINGS OF THE PAKISTAN HISTORY CONFERENCE HELD AT DACCA, 1953 (KARACHI, 1955).

(17) RULERS OF MECCA BY GERALD DE GOURI (LONDON, 1951).

(18) SOCIAL HISTORY OF BENGAL BY DR. ABDUL-KARIM (DACCA, 1956)